ڈاکٹر انور سدید

اردو ادب میں سیرت نبوی ﷺ کے نقوش

سیرت کا لغوی مفہوم تو کسی شخص کے کردار، مزاج اور اعمال و افعال کا تذکرہ ہے، لیکن اصطلاحی اعتبار سے سیرت سے مراد آں حضرت محمد ﷺ کے حالات حیات، ان کے اسوہ حسنہ اور اخلاق و عادات کا بیان ہے۔ سیرت کی اولین کتابیں مغازی کہلاتی تھیں اور ان میں ایسی جنگوں کا ذکر ہوتا تھا جن میں نبی اکرمؐ نے خود شرکت فرمائی تھی۔ سیرت کا دائرہ وسیع ہوا تو اس میں رسول اللہؐ کی پوری زندگی اور عہد رسالتؐ کے تمام واقعات بھی شامل کر لیے گئے۔ سیرت رسولؐ ایک بیحد اہم اور نہایت مبارک موضوع ہے۔ نبی اکرمؐ کی ذات گرامی پوری دنیا کے انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے لیے رشد و ہدایت کی مثال اور منبعِ رحمت ہے۔ چنانچہ ہر زمانے اور ہر دور کے مصنفین نے اپنی زبان میں نقوش سیرت مرتب کرنے کی سعی کی اور اس مینارۂ نور سے عوام الناس کو اکتساب عظمت کا موقع فراہم کیا۔

اردو زبان کو بھی یہ اعزاز و افتخار حاصل ہے کہ اس میں سیرت نبویؐ کا بیش قیمت سرمایہ نثر اور نظم میں موجود ہے۔ نثر میں یہ سرمایۂ تحقیق، تاریخ اور روایت کے زاویوں کا مظہر ہے۔ شاعری میں جب نعت نگاری شروع ہوئی تو سیرت کے نقوش جذبہ و آہنگ کی صورت اختیار کر گئے اور حضورؐ کے اوصاف جمیلہ، اخلاق حمیدہ، عادات کریمہ اور فضائل و شمائل کا تذکرہ نعت کا ایک اہم موضوع بن گیا جس پر شعرا نے کمال عقیدت سے طبع آزمائی کی۔ زیر نظر مضمون میں ''اردو نثر میں سیرت نبویؐ'' کے نقوش کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اردو نثر میں سیرت نبویؐ کے نقوش:

اردو زبان کی ابتدائی پرورش شمالی ہند کے میدانوں میں ہوئی اور پھر یہ جنوب اور مشرق کی اکناف تک پھیلتی چلی گئی۔ اسے مسلمانوں کی جدید ترین زبان کہلانے کا شرف حاصل ہوا جس میں عربی اور فارسی کے علاوہ برصغیر کی مقامی زبانوں کے اثرات بھی شامل ہوتے چلے گئے تھے۔ بعض محققین نے خیال ظاہر کیا ہے:

''جب برصغیر کے مسلمان اپنی ملی زندگی میں چند ایسے موثراتِ حیات کے مقابل آ گئے جن سے

Scanned by CamScanner

حقائق کے ساتھ ان کا عملی تعلق خطرے میں پڑ گیا تو ملتِ اسلامیہ نے اس کو اس خطرے سے نکالنے کے لیے ایک نئی زبان یعنی اردو کی بنیاد ڈالی۔ اس زبان کا سب سے بڑا تاریخی کارنامہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے مسلمانان برصغیر کو عقائد کا بھرپور اطلاق میسر آیا۔ اس حسی اطلاق کا سب سے عظیم تصور رسالتؐ ہے۔ اس لیے اردو شعر و ادب کے ابتدائی نمونے بھی سیرت کا رنگ رکھتے ہیں۔ ''متعدد محققین نے خواجہ بندہ نواز کے رسالے ''سیرت النبیؐ'' کو اردو نثر میں سیرت کی پہلی کتاب تسلیم کیا ہے۔ لیکن یہ رسالہ اب دستیاب نہیں۔ اس کا ذکر شیخ محمد اکرام نے ''آبِ کوثر'' میں بھی کیا ہے۔ قدیم نثر کی ایک اور کتاب فضل علی فضلی کی ''کربل کتھا'' ہے۔ اس کتاب میں بھی ایک باب وصال آنحضرتؐ کے بارے میں موجود ہے جسے سیرت کا ایک باب شمار کیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ بات ملحوظِ نظر رہے کہ قدیم اردو میں سیرت نبویؐ کا ذخیرہ نثر سے زیادہ نظم میں ہے اور اس مقصد کے لیے مثنوی کی صنف زیادہ استعمال کی گئی تھی۔ اس دور کے میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے، شمائل نامے اور نور نامے حضورؐ کی حیات طیبہ اور سیرت حسنہ کے متعدد مخصوص زاویوں کو منور کرتے ہیں اور یہ ارضِ دکن میں زیادہ تخلیق ہوئے تھے۔ سیرت کی اس قسم کی کتابیں گیارہویں صدی ہجری کی ابتداء میں لکھی جانے لگی تھیں اور گھریلو محفلوں اور جلسوں میں ذوق و شوق سے پڑھی جاتی تھیں۔ سیرت کو اس قسم کی منظوم صورت میں لکھنے والوں میں عبدالمالک بہروچی، امین گجراتی، سید بلاقی، سید میراں ہاشمی، امامی، عبدالحمید ترین، شاہ عنایت اللہ قادری، محمد باقر آگاہ، سلطان محمد قلی قطب، نوازش علی شیدا، ولی ویلوری اور ملک خوشنود کے اسمائے گرامی یہاں شمار کیے جا سکتے ہیں۔

اردو نثر میں محمد باقر آگاہ کی کتاب ''ریاض السیر'' کو سیرت کی ایک قدیم ترین کتاب شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب 1795ء سے قبل کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں آنحضرتؐ کی ولادت سے لے کر آپؐ کے وصال تک کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کے اسلوب پر عربی زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔ محمد باقر آگاہ کی سیرت کی دوسری کتاب ''ہشت بہشت'' نظم میں ہے۔ کرامت علی جونپوری نے اٹھارویں صدی کے آخر میں امام ترمذی کی عربی کتاب 'شمائل ترمذی' کا ترجمہ ''انوارِ محمدی'' کے نام سے کیا۔ یہ کتاب اس دور میں تبلیغی مقاصد کے لیے بے حد کامیاب ثابت ہوئی۔ سید عبدالغفور کی ''تجلیات انوار'' 1830ء کے لگ بھگ تصنیف ہوئی۔ اس کتاب کا غالب حصہ حضورؐ کے ذکرِ مبارک سے مزین ہے۔ اسی دور کا ایک اور مخطوطہ ''مولد مسعود'' کے نام سے معروف ہے جس کا ذکر جناب مشفق خواجہ نے ''جائزہ مخطوطات اردو'' جلد اول میں کیا ہے۔ ''مرغوب القلوب فی معراج المحبوب'' میں واقعہ معراج

کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ اس کے مصنف شاہ رؤف احمد رافت تھے۔ مشفق خواجہ کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب 1363ھ /1850ء میں شائع ہو چکی تھی۔ اس دور میں سیرت کے نقوش عالیہ جن کتابوں میں دستیاب ہیں ان میں سے چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:

''ممتاز التفاسیر'' از سید امیر الدین حسین۔ ''فوائد بدریہ'' مصنفہ قاضی بدرالدولہ سرسید احمد خان کا مولود نامہ ''جلاء القلوب۔ ''شیخ حسرت کرنولی کی'' چار باغ احمدی'' قربان علی بیگ سالک کی ''عشق مصطفیٰ'' مولانا محمد الیاس رضوی کی ''قمر بنی ہاشم'' مظفر حسین ضمیر کی ''ریحان معراج'' محمد احسن امروہوی کی ''آفتاب عالمتاب'' ولی اللہ لکھنوی کی ''کشف الاسرار'' شاہ احمد سعید دہلوی کی ''سعید البیان۔'' ان کتابوں میں مولود ناموں کی تکنیک زیادہ استعمال کی گئی ہے۔ نثر کی کتابوں میں نظمیں بھی موجود ہیں' شعروں کے ٹکڑے بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابیں محفلوں میں پڑھے جانے کے لیے تصنیف کی جاتی تھیں۔ نثر کے دوران اشعار کے ٹکڑے جب ترنم سے ادا کیے جاتے تو زیادہ موثر ثابت ہوتے تھے۔

ڈاکٹر انور محمود خالد نے اردو سیرت نگاری کے باقاعدہ آغاز وارتقاء کا زمانہ 1858ء سے لے کر 1900ء تک اور اس کا عہد زریں 1901ء سے لے کر 1947ء تک متعین کیا ہے۔ ان ادوار میں اردو زبان ترقی کے متعدد مدارج طے کر چکی تھی۔ ہر قسم کے موضوعات پر بحث ونظر کا دائرہ پھیلانے پر قدرت حاصل کر لی تھی۔ اس زبان کا اپنا ادب پیدا ہو چکا تھا۔ چنانچہ اب جو سیرت کی کتابیں لکھی گئیں انہیں عوام وخواص نے اپنے ذاتی مطالعے کا جزو بھی بنایا اور ان سے نجی سطح پر رشد وہدایت بھی حاصل کی۔ مولانا الطاف حسین حالی کی نثر کی پہلی تالیف ''مولود شریف'' سیرت کی کتاب ہے اور یہ مولانا حالی کے عشق رسولؐ کی غماز ہے۔

1900 عیسوی تک سیرت کی متعدد کتابیں لکھی گئیں لیکن ان کے مصنفین کچھ زیادہ معروف ادبا نہیں تھے۔ اس لیے ان کا معیار زیادہ بلند نہیں۔ ان کا بنیادی مقصد عقیدت کا اظہار تھا۔ کتاب سیرت حضورؐ سے تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ تھی۔ دوسرا مقصد تبلیغ وتلقین' حضورؐ کے سوانح کی نشر واشاعت سے ثواب کا حصول اور اسوۂ حسنہ کی پیروی تھا۔ اس دور کی چند کتابوں کے نام یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

حکیم وکیل احمد سکندر پوری کی کتاب سیرت ''انوار احمدیہ'' غلام سرور لاہوری کی ''تحفۂ سرور'' مفتی عنایت احمد کاکوروی کی ''تاریخ حبیب اللہ'' عبدالعزیز لکھنوی کی 'اخبار محمدیؐ' حسن علی کی ''سیرت نبویؐ''

Scanned by CamScanner

حمید اللہ ماہر دہلوی کی ''رؤف الرحیم'' خیرالدین کی ''ریاض الازہار'' مولوی سعید احمد مارہروی کی ''ریاض محمدیہ''، محمد جان کی ''اسرار احمد'' محمد ابراہیم ضیا کی ''ضیائے نبوت'' غلام محمد ہادی خان کی ''سید الاخبار'' عبدالغنی کی ''ضیاالابصار''

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اس دور میں صرف سات برس کے عرصے میں سیرت کے مختلف زاویوں پر گیارہ کتابیں تالیف کیں اور ان میں مذہبی اور علمی مباحث کو بھی نمایاں طور پر پیش کیا۔ ڈاکٹر انور محمود خالد نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں اس دور کی نمایاں ترین کتاب ''تواریخ حبیب اللہ'' شمار کی ہے۔ اس کتاب کو مفتی عنایت احمد کاکوروی نے کالا پانی (جزائر انڈیمان) کی قید کے دوران لکھا تھا۔ وہ رہائی کے بعد واپس وطن تشریف لائے تو اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ ''باغی ہندوستان'' کے مصنف عبدالشاہد خان شیروانی نے لکھا ہے کہ ''قید فرنگ کے دوران میں ان حضرات (عنایت احمد کاکوروی اور ان کے رفقاء) کے سینے علم کے سفینے بن گئے تھے۔ تاریخی یادداشت، ترتیب واقعات، قواعد فنون، ضوابط علوم سبھی حیرت انگیز کرشمے دکھا رہے ہیں۔

1857ء کے بعد انگریزی دور میں عیسائی مشنریوں کی تبلیغی سرگرمیوں کو غیر معمولی فروغ حاصل ہو گیا تھا۔ پادریوں کو حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی۔ چنانچہ بعض عیسائی مصنفین نے حضورؐ کی ذات گرامی کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا اور ان پر ناروا حملے کیے۔ اس دور میں پادری عمادالدین، جو مولانا حالی کا ہم وطن تھا، دین اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو گیا تھا اس نے اسلام کی تردید میں تین کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں نے مسلمانوں کی دل آزاری کی۔ چنانچہ ان کی تردید میں الطاف حسین حالی نے ''تریاق مسموم'' اور ''تاریخ محمدی'' اور مولوی چراغ علی نے ''تعلیقات'' لکھی اور نقوش سیرت نمایاں کیے۔ ان کے علاوہ فیروز الدین ڈسکوی، سید محمد بھرت پوری، اکرام اللہ اکبر آبادی اور محمد علی کان پوری نے جو کتابیں لکھیں ان میں سیرت نبویؐ کے نقوش بھی تھے اور پادری عمادالدین کے اعتراضات کا جواب بھی موجود تھا۔ قاموس الکتب کے مطابق اس قسم کے مناظرانہ ادب کی 276 کتابیں اس دور میں منظر عام پر آئیں۔

اسلام کے خلاف جو یلغار مغرب سے ہو رہی تھی اس کا جواب سر سید احمد خان، مولوی چراغ علی اور مولوی کرامت علی جونپوری نے تالیفی اور تصنیفی سطح پر دیا۔ سر سید احمد خان کی ''خطبات احمدیہ'' ولیم میور کے اعتراضات کے جواب میں ہے۔ اگرچہ ''خطبات احمدیہ'' سیرت کی باقاعدہ کتاب نہیں اور اس کی تشنگی شدت سے محسوس ہوتی ہے لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اس کتاب میں بحث و نظر سے سیرت

Scanned by CamScanner

کے پہلو بھی روشن کیے گئے ہیں اور حضورؐ کی ابتدائی زندگی کا احاطہ بھی کیا گیا ہے۔ بقول مولانا عبدالماجد دریابادی:

'قدیم وضع کے میلاد ناموں کو چھوڑ کر یہ جدید طرز کلام کی پہلی کتاب ہے جو کسی ہندوستانی مسلمان کے قلم سے وجود میں آئی ہے۔ اس کے جو دلائل و شواہد فرنگیوں کے مقابلہ میں اثبات رسالتؐ میں پیش کیے گئے ہیں (خصوصاً بشارت توریت و انجیل کی ذیل میں) ان پر شاید آج تک اضافہ نہیں ہو سکا۔''

اگر چہ سرسید احمد خان نے انیسویں صدی کے اواخر تک جدید طرز کلام کو فروغ دے دیا تھا اور اردو نثر کے عناصر خمسہ وجود میں آ چکے تھے اور یہ سب اپنے اپنے قلم کی جولانیاں دکھا رہے تھے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ سیرت نگاری کی طرف ثقہ ادیبوں نے زیادہ توجہ نہیں دی۔ چنانچہ بیسویں صدی کے ربع اول میں بھی روایتی میلاد ناموں کی تحریر و تسوید و اشاعت پر زور دیا گیا۔ ان میں حضورؐ کی ولادت کو محیر العقل واقعات سے منور کرنے کی کوشش کی گئی اور اس کوشش میں تحقیق کے ضابطوں کو کچھ زیادہ درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ چنانچہ ان کتابوں میں غیر مستند روایات راہ پا گئیں اور نیم خواندہ عوام نے انہیں کو تاریخ اسلام اور سیرت نبوی سمجھ لیا۔ ان میلاد ناموں میں بعض ناواجب مباحث بھی شامل نظر آتے ہیں۔ بعض اختلافی مسائل کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ''میلاد النبیؐ'' مصنفہ ابوالبرکات'' ''حیات ذاکرؐ'' مولفہ شاہ جمیل الرحمٰن'' ''میلاد اکبر'' مولفہ محمد اکبر وارثی'' اور ''میلاد گوہر'' مصنفہ گوہر رامپوری کی مثالیں یہاں پیش کی جا سکتی ہیں جن میں بہت سے واقعات کو تاریخ اور کتب سیرت کی شہادت حاصل نہیں ہے۔

مولانا راشد الخیری کا مولود نامہ ''آمنہ کا لال'' اس دور میں اس لیے اہم ہے کہ راشد الخیری نے برصغیر کے مسلمانوں کے قومی تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھا اور مواد کی صحت کو برقرار رکھتے ہوئے ادبی اسلوب میں مولود نامہ لکھا۔ دوسری کتاب صبر شاہ جہان پور کی ''آفتاب نبوتؐ'' ہے جس میں ہر قول کے لیے سند تلاش کرنے کی سعی کی گئی اور وصفی روایات کو متروک قرار دیا گیا۔ ان دونوں کتابوں کا انداز جذباتی ہے۔ اس لیے یہ مولود کی محفلوں کے علاوہ عورتوں میں زیادہ مقبول ہوئیں تاہم انہیں سیرت نگاری کے دور جدید کی طرف ایک اہم قدم شمار کیا جا سکتا ہے۔ مرزا حیرت دہلوی کی کتاب ''سیرۃ محمدیہؐ'' اور ''سیرت رسولؐ'' فیروزالدین ڈسکوی کی ''سیرت النبیؐ'' منظر عام پر آئیں تو یہ اندازہ لگانا ممکن ہو گیا کہ اردو ادب میں سیرت النبی کا زرّیں دور شروع ہو چکا تھا۔

بیسویں صدی کے نصف اول کی تصانیف سیرت میں قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی ''رحمۃ

Scanned by CamScanner

اللعالمینؐ" کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ایک سچے عالم کی تالیف ہے اور اس میں روایات کی صحت، زمانی اعتبار سے واقعات کی ترتیب اور معاصر کتب سیرت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اس کتاب کے بارے میں رائے حسب ذیل ہے:

"اگر چہ اردو میں سیرت کے موضوع پر بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں تاہم ان کتب میں چند ہی ایسی ہیں جن کے اندر واقعات کی صحت بیان کا کماحقہ لحاظ رکھا گیا ہے اور ان کتب میں قاضی (سلمان منصور پوری) صاحب کی "رحمۃ اللعالمینؐ" سرفہرست ہے۔"

اس عہد کی سب سے اہم کتاب شبلی نعمانی کی "سیرت النبیؐ" ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی آخری چار جلدیں مولانا شبلی کی وفات کے بعد ان کے لائق شاگرد سید سلیمان ندوی نے تالیف کیں۔ اس کی ساتویں مختصر سی جلد بھی انہیں کے قلم سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کی تالیف پر خود مولانا شبلی کو بھی ناز تھا۔ ایک دوست کو انہوں نے لکھا: اگر مر نہ گیا اور ایک آنکھ بھی سلامت رہی تو انشاء اللہ دنیا کو ایک ایسی کتاب دے جاؤں گا جس کی توقع کئی سو برس تک نہیں ہو سکتی۔"

اس کتاب میں شبلی کی علمیت، تحقیقی ذوق وشوق، صداقت کی تلاش، حسن استدلال، تدبر و تحمل، فکر و نظر سب کچھ موجود ہے۔ بقول شیخ محمد اکرام "اس کی مثال عالم اسلام کے ادب میں مشکل سے ملے گی۔" افسوس یہ ہے کہ مولانا شبلی کو موت نے مہلت نہ دی اور ان کی خوش قسمتی تھی کہ سید سلیمان ندوی نے یہ کام شبلی کے اسلوب ہی میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ اس کتاب نے تحقیق و تدوین اور سیرت نگاری کا جو معیار قائم کر دیا تھا حقیقت میں اب تک اسے عبور نہیں کیا جا سکا۔ اس کتاب میں حضورؐ چلتے پھرتے اور ارشاد کلام کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ یہ کتاب ایک ایسا مینارہ نور ہے جس سے آئندہ دور کے سیرت نگاروں کو روشنی ملی اور انہیں ایک منور راستے پر سفر کرنے کی سہولت دستیاب ہوگئی۔

اگر چہ مولانا شبلی اور مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرت نگاری کا بہت اونچا معیار مقرر کر دیا تھا لیکن اس مبارک اور مسعود موضوع پر لکھنے کی خواہش ہر صاحب قلم کے دل میں زندہ رہی۔ اس دور میں جو قابل ذکر تصنیفات منظر عام پر آئیں ان میں مولانا اشرف علی تھانوی کی "نشر الطیب" میں رسول اکرمؐ کے حالات حیات کے مواعظ و نصائح بھی شامل ہیں۔ سلیمان ندوی کے "خطبات مدراس" کا غالب موضوع بھی حضورؐ کی ذات گرامی ہے۔ اعلیٰ درجے کے حسن بیان نے اس کتاب کو مقام بلند عطا کر دیا ہے۔ پروفیسر سید نواب علی کی "سیرت رسول اللہؐ" درحقیقت اس ردعمل کا جواب تھا جو سید نواب علی کے دل میں مرہٹی انسائیکلو پیڈیا کا ایک مضمون پڑھ کر پیدا ہوا۔ چنانچہ جس طرح ولیم میور کے جواب

Scanned by CamScanner

میں خطبات احمد یہ لکھی گئی۔ اس طرح ''سیرت رسول اللہ'' ایک مرہٹہ مضمون نگار کی ہرزہ سرائی کا جواب ہے۔ تحقیق کو استدلال سے پیش کرنے کا سلیقہ اس کتاب پر چھایا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

مولانا حکیم البرکات عبدالرؤف قادری دانا پوری کی کتاب ''اصح السیر' میں کتاب مغازی کو جامع، مکمل اور بہترین ترتیب سے پیش کیا ہے اور علم سیرت اور علم فقہ کے رابطے منضبط کر دیے گئے ہیں۔ سیرت کو شریعت کی روشنی میں دیکھنے کی سعی کی گئی ہے۔ چودھری افضل حق کی ''محبوب خدا'' تحفہ زنداں ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں بنگال کا ایک بم ساز قیدی ڈاکٹر بوس محرک قوت کے طور پر کام کرتا نظر آتا ہے۔ اس تحریک کو مولانا عطااللہ شاہ بخاری نے تقویت دی اور ایک ایسی کتاب ترتیب پا گئی جو عشق کے سچے جذبے اور حب نبویؐ کے خلوص سے منور و درخشاں ہے۔ حضرت' مولانا ادریس کاندھلوی کی ''سیرت مصطفیؐ'' میں غزوات نبوی کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اس کی زبان عالمانہ ہے لیکن قاری مطالب تک بہ آسانی پہنچ جاتا ہے۔ کتب سیرت میں یہ کتاب اپنی وسعت کی وجہ سے بھی اہمیت رکھتی ہے۔

بیسویں صدی میں سیرت نبویؐ کا سرمایہ اتنا وسیع ہے کہ اس مقالے میں ان سب کتب کا اجمالی جائزہ ممکن نہیں۔ چند ایک کتب جو عوام میں مقبول ہوئیں ان کے نام یہ ہیں: عبدالرحمٰن شوق کی ''حضرت محمد'' محمد ابراہیم سیالکوٹی کی ''تاریخ نبویؐ'' مفتی انوارالحق ٹونکی کی ''تذکرہ الحبیبؐ''، منشی محبوب عالم کی ''ذکرالمحبوب''، عبدالحلیم شرر کی سوانح خاتم المرسلینؐ، صداقت رسولؐ از عبدالرزاق ملیح آبادی، اسلامی رسولؐ از خواجہ حسن نظامی، عہد نبوی میں نظام حکمرانی از ڈاکٹر حمید اللہ، سیرت خیر البشرؐ از محمد علی لاہوری، سرور عالمؐ از طاہر فاروقی، ذکر نبیؐ از نصیرالدین ہاشمی، ظہور قدسیؐ از ماہر القادری، محسن حقیقی از رازق الخیری، یتیمؐ کا راج از عبدالماجد دریا بادی، سیرت خاتم الانبیاء از مفتی محمد شفیع، رسول خداؐ، از علی نقوی، ارمغان حق از سید افتخار علی شاہ،

رسائل میں سے ''مولوی'' دہلی۔ رسالہ ''نظام المشائخ'' دہلی۔ رسالہ ''پیشوا'' دہلی۔ رسالہ ''مسیحا'' رام پور۔ رسالہ ''منادی'' دہلی نے۔ ''رسول نمبر'' شائع کیے۔ اس دور کے متعدد رسائل میں سیرت کے موضوع پر بے شمار مضامین چھپے ہوئے ملتے ہیں۔ مضامین سیرت لکھنے والوں میں ڈاکٹر اقبال، خواجہ حسن نظامی، فرحت اللہ بیگ، عبدالرزاق ملیح آبادی، ڈاکٹر سعید احمد، سلیمان منصور پوری، حامد حسن قادری، ناصر نذیر فراق دہلوی، نیاز فتح پوری، عارف ہانسوی، جیسے ممتاز ادبائے کرام شامل ہیں۔

Scanned by CamScanner

سیرت نبویؐ کا پاکستانی دور:

اگست 1947ء کے بعد سیرت نبویؐ کا پاکستانی دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں سیرت کے موضوع پر ان گنت کتابیں لکھی گئیں اور شائع ہوئیں لیکن حق بات یہ ہے کہ اب تک شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی کا معیار تحقیق و سیرت نگاری ہی مصنفین کے لیے مشعل راہ ہے۔ اس دور میں میلاد نبویؐ معراج، ہجرت، شمائل، اخلاق، غزوات اور مکتوبات کو علیحدہ علیحدہ کثرت سے موضوع بحث بنایا گیا اور متعدد کتابیں تالیف کی گئیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سی کتابیں احترام و عقیدت کی بنا پر لکھیں گئیں اور ان کا انداز روایتی ہے۔ علمی اور ادبی مرتبہ سابقہ ادوار کی کتابوں کے برابر نہیں۔

اس دور میں غلام احمد پرویز کی کتاب ''معراج انسانیت'' سیرت طیبہ کو قرآن حکیم کی روشنی میں مرتب کرنے کی گراں قدر کاوش ہے۔ سیماب اکبر آبادی کی ''سیرت النبویؐ، رئیس احمد جعفری کی ''رسالت مآبؐ'' اور مولانا ماہر القادری کی ''در یتیمؐ'' پر ادب حاوی ہے اور انداز قصہ کہانی کا اختیار کیا گیا ہے۔ احسان بی اے کی کتاب ''ننھے حضور'' بھی اسی نوعیت کی ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ''سیرت سرور دو عالمؐ'' جو دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، آں حضورؐ کی مکی زندگی کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ سیرت کی مربوط کتاب نہیں بلکہ اسے مولانا نعیم صدیقی اور جناب عبدالوکیل علوی نے مولانا کی مطبوعہ تحریروں سے اس طرح مرتب کیا کہ پوری سیرت عیاں ہوتی چلی گئی اور مکی زندگی کا نقش واضح مرتب ہو گیا۔ اس کتاب سیرت کے دو مزید حصے ابھی مرتب ہو رہے ہیں، اس کتاب میں بہت سی معلومات پہلی مرتبہ یکجا کی گئی ہیں جن سے بہت سی غلط فہمیوں کا جو غیر مسلموں نے پھیلا رکھی ہیں، ازالہ ہو جاتا ہے۔ ملا واحدی کی کتاب ''حیات سرور کائنات'' ڈاکٹر محمد آصف قدوائی کی ''پیغمبر اسلام'' ابو یحییٰ امام خان نوشہروی کی ''نبی آخر الزمانؐ'' مولانا ظفیر الدین کی ''اسوہ حسنہ'' علامہ سعید احمد کاظمی کی ''معراج النبیؐ'' مبارک علی رحیم آبادی کی ''رہبر کائناتؐ'' میں سیرت کے نقوش روشن اور نمایاں انداز میں یوں پیش کیے گئے ہیں کہ ایک ایک لفظ سے عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

مولانا نعیم صدیقی کی کتاب ''محسن انسانیت'' میں حضورؐ کو نبی نوع انسان کے نجات دہندہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب پورے ایمانی جذب اور تحریکی خلوص سے لکھی گئی ہے۔ قاری محمد طیب کی ''آفتاب نبوتؐ'' شاہ محمد جعفر پھلواری کی ''پیغمبر انسانیت'' فقیر وحید الدین کی ''محسن اعظم اور محسنینؐ'' مولانا عبدالماجد دریابادی کی ''سیرت نبویؐ قرآنی'' طالب ہاشمی کی ''اخلاق پیغمبریؐ'' نثار احمد کی

Scanned by CamScanner

''نقش سیرت'' سیرت پر ابوالکلام آزاد کی منتشر تحریروں کا مجموعہ مولانا غلام رسول مہر نے مرتب کر کے ''رسول احمدؐ'' کے نام سے شائع کیا۔ خالد علومی کی ''انسان کاملؐ'' ظفر اکبر آبادی کی ''ہادی کونینؐ'' عارف بٹالوی کی ''حیات رسولؐ'' عبدالستار خان نیازی کی ''پیغمبر عالمؐ'' نصیر احمد ناصر کی ''پیغمبر اعظم و آخرؐ'' غلام ربانی عزیز کی ''سیرت طیبہ'' اسد القادری کی ''سیرت رسولؐ'' سید اسعد گیلانی کی ''رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب اور رسول اکرمؐ اور ہجرت ''ڈاکٹر حمید اللہ کے خطبات بہاول پور'' عبدالمصطفیٰ اعظمی کی ''سیرت مصطفیٰؐ'' علی اصغر چودھری کی ''حضرت محمدؐ'' محمد یوسف اصلاحی کی ''داعی اعظمؐ'' قاضی نواب علی کی ''رسول اکرمؐ'' اس دور کی چند ایسی کتابیں ہیں جن میں سیرت بھی پیش کی گئی ہے' اسلامی ضابطۂ حیات بھی اجاگر کیا ہے اور دین حق کی عظمت بھی نمایاں ہوتی ہے۔ یہ چند کتب کے عنوان ہیں۔ متعدد کتابوں کا ذکر جگہ کی قلت کی وجہ سے اس ناچیز پر قرض ہے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ سیرت نبوی کا موضوع اتنا' وسیع اور متنوع ہے کہ اس پر جب اور جس زاویے سے بھی دیکھیے نئی روشنی چھنتی ہے۔ زندگی کے نئے جادے روشن ہوتے ہیں' حالیہ دور میں چونکہ متعدد نئے علوم منظر پر آ گئے ہیں اس لیے ان علوم کی روشنی میں حضورؐ کی حیات طیبہ پر متعدد مرتبہ نئی نظر ڈالی گئی اور ایسے نتائج اخذ کیے گئے جو کل بھی سچے تھے اور آج بھی مبنی بر صداقت ہیں۔ اس دور میں رسائل کا اگر ایک کارنامہ شمار کیا جائے تو شبلی نعمانی کی سیرت نبوی کے بعد رسالہ ''نقوش'' کا رسولؐ نمبر ہے جو تیرہ جلدوں پر مشتمل ہے' یہ ہمیشہ عزت و احترام کا کارنامہ شمار پائے گا۔ اس سمندر میں کئی دریا سما گئے ہیں۔ یہ رسالوں کا رسالہ اور کتابوں کی کتاب ہے۔ جس کا مطالعہ متعدد کتابوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''نقوش'' کے مدیر اپنی وفات کے بعد خدا کے حضور پیش ہونے کے لیے ''رسولؐ نمبر'' ساتھ لے گئے ہیں۔ انہوں نے اس کی ترتیب اسی جذبے سے کی تھی کہ یہ ان کا توشۂ آخرت ثابت ہو۔ ڈاکٹر انور محمود خالد کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ انہوں نے سیرت نگاری کے موضوع پر ایک جامع مقالہ لکھا جس پر انہیں پنجاب یونیورسٹی نے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔ اب یہ حوالے کی اہم ترین کتاب ہے۔

اردو زبان کی خوش قسمتی یہ ہے کہ اس میں فن سیرت کے موضوع پر نہ صرف بے اندازہ کتابیں لکھی گئیں بلکہ ان کتابوں نے معیار قائم کیا اور تحقیق سیرت کی نئی راہوں کو روشن کیا۔ یہ مقام اعلیٰ دنیا کی متعدد زبانوں کو حاصل نہیں۔ یہ افتخار برصغیر میں صرف اردو کو حاصل ہوا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

Scanned by CamScanner